ہرات کے آثار قدیمہ

مترجمہ جناب مولوی محمد عظمت اللہ صاحب پانی پتی فاضل دیوبند

موجودہ ملکی تقسیم کی رو سے افغانستان کا شمال مغربی صوبہ "ولایت ہرات" کے نام سے موسوم ہے جس کا پایۂ تخت شہر ہرات ہے۔

یہ صوبہ زمانۂ قدیم سے غیر معمولی اہمیت کا حامل اور تمدن و تجارت کا مرکز رہا ہے۔ باوجودیکہ یہ صوبہ وقتاً فوقتاً حملہ آوروں کی تاخت و تاراج سے پامال ہوتا رہا مگر اس سرزمین کی زرخیزی اور شادابی نے بہت جلد زمانۂ جنگ کے نقصانات کی تلافی کر کے اس کی جغرافیائی اور تجارتی اہمیت کو برقرار رکھا ہے۔

دریائی سفر کے آغاز سے قبل ممالک ہند و چین کے تجارتی قافلوں کے لئے مغرب کی طرف سفر کرنے کا راستہ یہی صوبہ تھا۔ بالخصوص شہر ہرات جو اہم تجارتی منڈی ہونے کے ساتھ ساتھ تجارتی راستوں کا گویا ایک جنکشن تھا اور جس سے مختلف سمتوں میں جانے والی متعدد شاہراہیں نکلتی تھیں۔

اگرچہ ہمارا اصل مقصد اس وقت ہرات کی قدیم تاریخ بیان کرنا نہیں۔ تاہم اس کے گزشتہ تاریخی ادوار پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ مضمون اپنے ایک اہم پہلو سے تشنہ نہ رہ جائے۔

مذہب زردشت کے مقدس صحیفہ "اوستا" میں بھی "ہرات" کا نام آیا ہے۔ نیز

داریوش کے کتبوں میں "ہری و" لکھا ہوا ملتا ہے۔ چونکہ اس صوبہ کا نام ایک زمانہ میں "آریہ" یا "آریانا"، لیا جاتا تھا[1]، اس لئے ممکن ہے کہ "ہری و" مرورِ زمانہ کے سبب اسی لفظ "آریانہ" کی تحریف شدہ صورت ہو۔

مورخین لکھتے ہیں کہ سکندر مقدونی نے ہرات کو اس کے پرانے نام "آرتا کوانا" سے یاد کیا ہے۔ آریہ اس کا نام "آرتا کوانا" یا (آرتا کانا) لیتے ہیں جس کے معنی ہیں "آریوں کا شاہی شہر"[2]۔

بہرحال یہ مسلّم امر ہے کہ مقدونیوں کے زمانہ میں یہ شہر گویا ہندوستان کا ایک دروازہ تھا جس میں سے سکندر اعظم تسخیرِ ہند کے لئے گذرا تھا۔

سکندر مقدونی نے ۳۲۷ء قبل مسیح میں ہرات کو فتح کیا۔

سکندر کے بعد سے چنگیز خاں (۲۲-۱۲۲۱ء) کی تباہ کاریوں تک کی تاریخ قدرے تاریک ہی جب خاندانِ کوشن افغانستان میں برسرِ اقتدار ہوا اور عہدِ قدیم کا مشہور ترین شہنشاہ (کنشکا) تختِ حکومت پر متمکن ہوا، تو ہرات بھی دوسرے صوبجات کی طرح اسی کی شہنشاہی میں شامل رہا۔

اس کے مرنے کے بعد خاندانِ کوشن رُو بہ تنزل ہوا۔ تمام مملکت چار حصّوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک حصّہ ہیاطلہ کے قبضہ میں آیا۔ دوسرے پر ساسانیوں کا اقتدار تسلیم کیا گیا اور تیسرے حصّہ پر جس میں کابل واقع ہے۔ ۴۰۰ء تک کوشانیوں کا ایک کمزور خاندان حکومت کرتا رہا۔ اُن کی کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہرات پر جو کابل کے ساتھ شامل تھا ساسانی قابض ہو گئے۔

ہرات کے اس عہد کی تاریخ بھی پوری طرح واضح نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ ساسانیوں کے دَور میں بھی ہرات کی عظمت و شوکت نمایاں طور پر قائم تھی۔

---

[1] یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ افغانستان ایک زمانہ تک آریانہ کے نام سے مشہور رہا۔

[2] صفحاتِ مابعد ملاحظہ فرمائیں۔

ساسانی بھی زوال پذیر ہوئے۔ اب مسلمانوں کا دَور آیا۔

مسلمانوں نے ایران کو فتح کرنے کے بعد ہرات کا رُخ کیا۔ اہل ہرات نے مدافعت کی، بالآخر مطابق تحریر فرشتہ خراسان کو مع اُس کے پایہ تخت ہرات کے ۳۱ھ (۶۵۲ء) میں حاکم بصرہ عبداللہ بن امیر نے فتح کرلیا۔

خلافتِ عباسیہ کو جب بہت زیادہ وسعت حاصل ہوگئی اور عربستان شام۔ عراق۔ مصر شمالی افریقہ۔ ترکستان اور افغانستان اُس کی قلمرو میں داخل ہوگئے، تو خلفائے بغداد کو خیال پیدا ہوا کہ بغداد کی نسبت خراسان کا وسیع خطہ ملکی نظم ونسق کے لئے زیادہ مناسب رہے گا۔ لیکن وہ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے نہ پائے تھے کہ خلافت میں ضعف کے آثار رونما ہونے شروع ہوئے اور ہر طرف خود مختاری کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ بالآخر عباسی مملکت چار حصّوں میں تقسیم ہوگئی۔ اُن کے بعد اُن کے اس ارادے کی تکمیل طاہریوں نے کی۔

طاہری سلسلہ کا بانی مامون الرشید کے امراء میں سے طاہر نامی ایک امیر تھا۔ جو ۲۰۵ھ میں والیِ خراسان مقرر کیا گیا تھا۔

طاہر نواح ہرات میں پیدا ہوا وہ اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ دس سال خلیفۂ بغداد کی طرف سے ملکی انتظامات میں دخیل رہنے کے بعد اپنی وفاداریوں کے صلہ میں دربار خلافت کی طرف سے خراسان کا والی بنا دیا گیا بعد ازاں افغانستان پر بھی وہ مستقلاً حکومت کرنے لگا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کے جانشینوں نے نصف صدی تک افغانستان کی حکومت کو قائم رکھا۔ اِن کے عہد میں رعایا نسبتاً آسودہ حال رہی۔ چنانچہ صاحب لُبّ التواریخ یحییٰ بن عبداللطیف قزوینی کہتا ہے:۔

"طاہری سلاطین عادل۔ فیاض۔ خوش خلق اور ہنر پرور تھے۔ خراسان اُن کے دَور میں

نہایت آباد اور پُر رونق رہا"[۵۱]

نصف صدی بعد یعقوب ابن لیث صفاری نے چالاکی و عیّاری سے درہم بن نصر[۵۲] والیِ سیستان کا تقرب حاصل کیا اور اُس کی وفات کے بعد اُس کے جانشینوں کے خلاف بغاوت کرکے تخت حکومت کا مالک بن بیٹھا۔ بڑے بڑے شہروں مثلاً ہرات۔ فارس۔ عراق۔ کابل۔ بدخشاں اور بلخ وغیرہ کو اپنے تصرّف میں لاکر خلیفۂ عباسی کے مقابلہ میں بھی خود مختاری کا اعلان کردیا۔ نیز ۲۵۹ھ میں سلسلۂ طاہری کے آخری فرمانروا محمّد کو شکست دے کر خراسان پر بھی قابض ہوگیا۔ دوسرے سال طبرستان کو فتح کرکے بغداد کی طرف بڑھا اور شکست کھائی اس کے کچھ عرصہ بعد دوبارہ بغداد کا قصد کیا۔ مگر راستہ ہی میں مرض الموت میں مبتلا ہوگیا۔ اور ۱۴ شوال ۲۶۵ھ مطابق ۹ جون ۸۷۹ء کو وفات پائی۔[۵۳]

اس کے بعد اُس کے بیٹے عمرو نے وارثِ سلطنت ہوکر اقتدار حاصل کیا خلیفہ اُس کی بڑھتی ہوئی ترقی سے خائف ہوا اور اسماعیل سامانی کو اُس کی سرکوبی کے لئے حکم دیا۔ امیر اسمٰعیل نے ۲۸۷ھ میں بلخ پہنچ کر اُسے گرفتار کیا اور دربار خلافت میں بغداد روانہ کردیا۔ عمرو نے بغداد کے قید خانہ میں بھوک کی شدّت سے وفات پائی۔ شیراز کی جامع مسجد اُسی کی یادگار رہی۔

عمرو کی گرفتاری کے بعد طاہر سجستان پہنچا۔ وہاں سے فوج فراہم کرکے فارس آیا۔ یہاں خلیفہ معتضد کے بھائی نے اُس کا مقابلہ کیا۔ طاہر شکست کھا کر بھاگا اور واپس سجستان پہنچ کر وفات پائی۔[۵۴]

---

۵۱ لبّ التواریخ صفحہ ۱۸ مطبوعہ طہران۔

۵۲ ڈاکٹر محمد ناظم نے والیِ سیستان کا نام صالح بن نضیر لکھا ہے۔

۵۳ کتاب حیات واوقات سلطان محمود غزنوی۔ مؤلفہ ڈاکٹر محمد ناظم۔

۵۴ نظام التواریخ مؤلفہ ابوالحسن علی بیضاوی ۶۷۴ھ۔ نسخہ قلمی عجائب خانہ کابل۔

صفاریوں کا اقتدار نصف صدی کے قریب تک رہا۔

صفاریوں کے بعد سامانیوں کا دور آیا اور ہرات پر سامانی علم سیاست لہرانے لگا۔

اس سلسلہ کا بانی "سامان" نامی بلخ کا ایک شریف النسب شخص تھا جس کا نسب نامہ بہرام چوبین تک پہنچتا ہے۔ مامون الرشید کے زمانہ میں اُس نے اسلام قبول کیا۔ اسد پسرِ سامان کے چار بیٹے تھے۔ نوح۔ محمد۔ یحییٰ۔ اور الیاس۔ سنہ ۲۰۴ھ (۸۱۹ - ۸۲۰ء) میں عباسیوں نے سمرقند، نوح کے۔ فرغانہ محمد کے۔ شاس اور اشروسانہ[51] یحییٰ کے اور ہرات الیاس کے سپرد کر دیا[52]۔

دسویں صدی میلادی کے اواخر میں ہرات شہنشاہ محمود غزنوی کے باپ سبکتگین کے زیرِ اقتدار آیا اور ۳۸۴ھ میں وہ حاکم ہرات مقرر ہوا۔ اُس کے زمانہ میں ہرات ضروریات تمدن کے اعتبار سے اعلیٰ اور بہ حیثیت عمارات خوبصورت و پُرشکوہ تھا۔ گرد و نواح کی سرزمین شاداب و زرخیز تھی اور مشرقی تجارت کا مرکز ہونے کے سبب کافی شہرت کا مالک تھا۔

گیارھویں صدی عیسوی کے نصف اخیر میں سلجوقیوں نے قوت و عظمت حاصل کی۔ طغرل بیگ نے محمود کے بڑے بیٹے سلطان مسعود کو شکست دی اور نیشاپور و ہرات پر قابض ہو گیا۔

غیاث الدین بن سام جہانسوز کا بھانجہ سنہ ۵۶۹ھ (۱۱۷۳ء) میں غزنہ پر متصرف ہوا۔ اسکے دو سال بعد ہرات پر بھی اقتدار حاصل کر لیا۔ اور اپنی عمر کے آخری دم تک حکومت کر کے سنہ ۵۹۹ھ (۱۲۰۲ء) میں وفات پائی۔

بارھویں صدی میلادی کے نصفِ اخیر میں خاندانِ سلجوقی کا خاتمہ ہو گیا اور اُن کی سلطنت کا

---

[51] تاشکند و اوراتیپۂ امروزہ۔

[52] حیات و اوقات سلطان محمود غزنوی صفحہ ۱۰ مؤلفہ ڈاکٹر محمد ناظم۔

بیشتر حصہ جس میں ہرات بھی شامل تھا، خوارزمی سلاطین کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ سنہ ۶۰۴ھ (۱۲۰۷ء) میں ہرات اور فیروزکوہ، سلطان غیاث الدین (جانشین سلاطین غوری) کے بیٹے امیر محمود کے قبضہ میں آئے لیکن اُس کی شراب خواری کی عادت اور عیّاشی کے سبب نظام سلطنت میں اختلال پیدا ہوا۔ امرائے سلطنت نے اطاعت سے سرتابی کی اور بالآخر سنہ ۶۰۹ھ میں اُسے قتل کر کے اُسکی جگہ سلطان محمود خوارزم شاہ (جو اس وقت امیر محمود کے پاس پناہ گزیں تھا) کے بھائی تاج الدین علیشاہ کو تختِ شاہی سپرد کیا۔ خوارزم شاہ نے کسی شخص کو اُس کے قتل پر مامور کیا اور اس طرح سنہ ۶۰۹ھ (۱۲۱۲ء) میں سلاطین غوری کا سلسلہ کلّیتاً ختم ہو گیا۔

سنہ ۱۲۱۹ء میں خونریز فاتح چنگیز خاں نے ماوراء النہر[۱] کا رُخ کیا۔ جب اُس نے ترمذ کے پُل پر سے نہر جیحوں کو عبور کیا تو اپنے بیٹے تولی کو مہم خراسان پر روانہ کیا۔ تولی نے دو تین ماہ کے عرصہ میں مرو الرود سے بہتیں (سبزوار) تک اور نسا و ابیورد سے ہرات تک کے تمام مقامات کو تسخیر کر لیا اور اس آباد و پُررونق صوبہ خراسان کو بھی ماوراء النہر کی طرح پامال کر ڈالا۔

نیشاپور میں قتل عام کرنے کے بعد تولی ہرات آیا۔ اہل ہرات کے پاس اپنا قاصد بھیج کر اُنھیں اپنی اطاعت کی دعوت دی، نیز شہر کے قضاۃ، خطیبوں، والیوں اور دیگر معززہ و مقتدر اشخاص کو پیغام بھیجا کہ وہ اُس کا استقبال کریں۔

اُس وقت شہر کی حکومت (جلال الدین منگبرنی کے جانشین) ملک شمس الدین جوزجانی کے ہاتھ میں تھی۔ اُس نے مغول کے اس فرمان کو اپنے لئے باعث ننگ خیال کیا اور تولی کے قاصد کو قتل کر کے ہرات کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت پر کمر ہمّت باندھ لی۔ تولی نے اس حرکت سے غضبناک ہو کر ہرات کا محاصرہ کر لیا۔ سات روز برابر محاصرہ رہا۔ آٹھویں دن ایک تیر کے صدمہ

[۱] دریائے جیحوں کے پار شمال کی طرف جتنے ممالک تھے عرب اُنھیں ماوراء النہر کہتے تھے۔ عام طور پر اس سے توران کا ملک مراد لیا جاتا ہے

سے ملک شمس الدین کا انتقال ہوگیا اور اہلِ ہرات نے شہر پر تولی کا قبضہ تسلیم کرلیا۔ تولی نے سلطان جلال الدین کے ایک لاکھ بیس ہزار ہوا خواہوں کے سوا اور کسی کے قتل کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ ۶۱۸ھ[1]۔

آتشِ چنگیزی بہت جلد فرو ہوگئی اور ہرات کے دوبارہ فتح ہونے کے بعد ۲۹ سال کے اندر اندر اُس کا اور اُس کے جانشینوں کا خاتمہ ہوگیا۔

اُس کے بعد سے تیمور کے زمانہ تک ہرات کی حکومت وطنی بادشاہوں کے ہاتھ میں رہی۔ کیونکہ سلطنت منکو کے زمانہ (۱۲۵۹-۵۱ء) میں شمس الدین محمد کرت (۶۴۳-۶۷۶ھ) جو غوری الاصل تھا اور قلعۂ خیسار پر متصرف تھا۔ ہرات پر بھی قابض ہوگیا۔

شمس الدین جو سلسلۂ کرت کا بانی ہے ۶۴۳ھ سے مستقل حکمران بن گیا۔ اسی نے ہرات میں دوبارہ غوری سلسلہ قائم کیا۔ جب تک مغل ایران میں حکمراں رہے، خاندانِ کرت ہرات پر متصرّف رہا۔ تیرھویں اور چودھویں صدی میں فخر الدین کرت اس سلسلہ کے پانچویں بادشاہ (۱۲۸۵ تا ۱۳۰۷ء) نے ارگ کنونی ہرات جو قلعۂ اختیار الدین کے نام سے مشہور ہے، تعمیر کیا۔

خاندانِ کرت کے ساتویں مقتدر ترین بادشاہ معز الدین (۱۳۳۱ تا ۱۳۷۰ء) کے زمانہ میں مغلوں کا کلّیۃً خاتمہ ہوگیا اور طغا تیمور (جو بظاہر اُس کا مطیع تھا) کی وفات کے بعد معز الدین مستقل حکمراں بن گیا[2]۔

شاہانِ کرت کے زمانہ میں شہر اور بازار نہایت با رونق اور آباد رہے۔

کرت کے آخری بادشاہ غیاث الدین پیر علی کے زمانہ ۷۸۳ھ (۱۳۸۱ء) میں ہرات

---

[1] تالیف آقائے فاضل عباس اقبال مطبوعہ طہران صفحہ ۵ از چنگیز تا اعلان مشروطیت جلد نمبر ۱۔

[2] طبقات سلاطین۔ لین پول۔

کو تیمور نے فتح کیا۔ اہلِ ہرات نے حالانکہ اُس کا مقابلہ نہیں کیا لیکن پھر بھی اُس نے ہرات میں ہنگامۂ فتحمندی برپا کرکے اُسے تباہ و برباد کر ڈالا اور جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ کر لے گیا۔

۷۹۹ھ (۱۳۹۶ء) میں تیمور نے ولایتِ خراسان اپنے بیٹے امیرزادہ شاہرخ کے سپرد کر دی اور سرداروں۔ امیروں اور ذی اقتدار اشخاص کو اُس کی مصاحبت کے لئے مقرر کرکے اُس کے ساتھ بھیجا۔

شاہرخ اسی سال شعبان میں (دریائے) آموعبور کرکے باندخوی پہنچا۔ وہاں سے ہرات کا رُخ کیا۔ علماء۔ اُمراء اور اکابر و اعیان ہرات نے اُس کا استقبال کیا۔ شاہرخ نے شہر میں داخل ہو کر باغِ زاغان کو اپنا نشیمنِ خاص مقرر کیا۔ خراسان و سیستان کے اطراف و جوانب سے حکام و ولاۃ نے قسم قسم کے تحفے تحائف اُس کے سامنے پیش[1] کئے۔ شاہرخ نے نہایت آزادانہ حکومت کی اور ہرات کو اپنا پایہ تخت منتخب کیا۔

ہرات اب وسیع شاہراہوں سے منزل ترقی کی طرف گامزن ہونے لگا اور جو نقصانِ عظیم تیمور کی دست بُرد سے اُس کو پہنچا تھا اُس کی تلافی کی۔

شاہرخ، تیمور ۸۰۷ھ (۱۴۰۵ء) کی وفات کے بعد کچھ مدّت تک ہرات میں رہا۔ پھر سمرقند گیا لیکن ہرات ہی کو مرکزیتِ سلطنت کے لئے زیادہ موزوں سمجھ کر پھر واپس ہرات آگیا اور الوغ کو اپنا جانشین بنا کر سمرقند بھیج دیا۔ یہ زمانہ ہرات کی عظمت و شوکت کا بہترین زمانہ تھا اور شاہرخ کی ۴۳ سالہ حکومت سرزمینِ ہرات کی تاریخ کا روشن باب تھا۔

شاہرخ نے شہر کی فصیلوں کو مضبوط کیا۔ اُس کے دروازوں کی اصلاح کی اور طرح طرح کی آرائشوں نقاشی و پچیکاری وغیرہ سے آراستہ و مزین کیا۔ قلعۂ اختیارالدین جس کو ملک فخرالدین کرت

[1] ظفرنامہ شرف الدین علی یزدی نسخہ قلمی کتب خانہ ملّی۔

نے تعمیر کیا تھا اور جو تیمور کے زمانہ میں تباہ کر دیا گیا تھا۔ اب پھر آباد کیا گیا[1]۔ صاحبانِ علم و ہنر کی پرورش و قدردانی کی۔ کیونکہ وہ خود بھی علم و فضل سے بہرہ ور تھا۔

شاہرخ نے ۸۵۰ھ میں بعمر ۷۱ سال مقام رے میں وفات پائی۔ اُس کی نعش کو سمرقند لیجا کر اُس کے باپ تیمور کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

شاہرخ کے بعد الوغ بیگ مرزا تخت شاہی پر متمکن ہوا۔

الوغ بیگ علم و فضل کا قدردان اور اعلیٰ قابلیت کا مالک تھا۔ ریاضی و نجوم میں اُسے خصوصیت کے ساتھ مہارت تھی۔ زیج الوغ بیگی کی مقبولیت و شہرت اس کا بیّن ثبوت ہے۔

الوغ بیگ کے بعد عبداللطیف تخت نشین ہوا۔

ہرات میں سلسلۂ تیموری کا آخری مقتدر بادشاہ سلطان حسین بائقرا تھا جس نے اُس وقت کے بہترین سیاست داں امیر نظام الدین علی شیر کو اپنی مصاحبت میں لے کر علوم و فنون کی ترقی میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اس بادشاہ کے زمانہ میں مملکت معمور و آباد رہی۔ باغِ جہاں آرا جو باغ مراد کے نام سے مشہور ہے اُسی کی یادگار ہے۔ وہ مدرسوں۔ خانقاہوں۔ محلات اور عمارات کے حق میں "دارا" تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُسی نے اپنا مدفن ایک مدرسہ ہی کو پسند کیا[2]۔

چونکہ سلطان کو تعمیرات اور آبادیات سے گہری دلچسپی تھی اس لئے تمام امراء اور ملازمین نے شہر سے باہر عمارات بنالیں۔ میرزا خود فاضل اور صاحب تصنیفات تھا۔ وہ اپنے ہمعصر علماء و فضلاء سے بہت خوش تھا۔ منجملہ اُس کی تصانیف کے ایک دیوان ہے جس میں فارسی اور ترکی زبانوں میں غزلیں موجود ہیں۔

---

[1] تاریخ کثیرہ۔ مؤلفہ سید شریعت راقم نسخہ قلمی عجائب خانہ کابل۔

[2] اس کا بیان مدفن بائقرا کے ذیل میں آئے گا۔

۳۵ سال شاہی کر کے سنہ ۹۱۱ھ میں بمقام بادغیس وفات پائی، جنازہ کو شہر ہرات لاکر اسی کے تعمیر کئے ہوئے ایک قبہ میں دفن کر دیا گیا۔

سلطان حسین مرزا کے دو بیٹوں بدیع الزماں اور مظفر حسین نے شیبانی سے شکست کھائی اور سلسلۂ تیموری کی آخری کڑی بھی ختم ہو گئی۔

شیبانیوں کو صفویوں نے شکست دی اور شاہ اسماعیل صفوی نے ہرات کو تسخیر کرلیا یہ وہ وقت تھا جب ہرات اپنی تمام شان و شوکت کو خیرباد کہہ چکا تھا۔ شیبانیوں نے چند بار پھر بھی ہرات کا محاصرہ کیا، مگر ناکام رہے۔

سنہ ۱۵۳۷ء میں طہماسپ اس پہ متصرف ہوا اور سنہ ۱۷۱۵ء تک ہرات صفویوں کے ہی زیر حکومت رہا۔

سنہ ۱۷۳۱ء میں نادر شاہ افشار نے ہرات پر تسلّط حاصل کیا۔

اُس کی وفات (۱۷۴۹ء) کے بعد اعلیٰحضرت احمد شاہ بابا نے ہرات کو اجنبیوں کی دست بُرد سے نجات دلائی۔

سنین ۱۸۳۸ و ۱۸۵۵ء میں دو مرتبہ پھر شہر پر حملہ ہوا۔

ایرانیوں کے دوسرے حملہ کے ۹ سال بعد اعلیٰحضرت دوست محمد خاں نے ہرات کو بیرونی حملوں سے بالکل محفوظ کر دیا۔

یہاں تک جو کچھ بیان کیا گیا ہرات کی اجمالی تاریخ تھی۔ اب ہم شہر کی طرف متوجہ ہو کر اُس کے آثار قدیمہ کا نظارہ کرتے ہیں۔

دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان ایک سرسبز و شاداب وادی ہے جس میں ہرات واقع ہے۔ اس وادی میں کثرت سے آبادیاں۔ تاکستان۔ کشت زار اور خوبصورت باغ ہیں۔ نہریں

بھی کثرت سے ہیں جو وادی کو سیراب کرنے کے لئے جال کی طرح پھیلی ہوئی ایک نظر فریب منظر پیدا کرتی ہیں۔ اِس وادی کے وسط میں ایک نہایت خوش نما شہر نظر آتا ہے۔ یہ شہر اپنا ایک شان دار ماضی رکھتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی زمانے میں تہذیب و تمدّن کا گہوارہ تھا۔

ہرات کی گذشتہ عظمت۔ اُس کی عمارات اور اُس کی وسعت کے متعلق بابر کی یادداشتوں سے (جس نے ۱۲ ۹ھ میں اس کی سیر کی تھی) ہمیں کافی امداد ملتی ہے۔ اس موقعہ پر یہ نکتہ ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ بابر نے اس شہر کو چنگیز خانی اور تیموری تباہ کاریوں کے بعد دیکھا تھا تاہم وہ لکھتا ہے :۔

"میں نے ہرات میں بیس روز قیام کیا۔ ہر روز نئے مقامات کی سیر کے لئے سوار ہو کر جاتا تھا۔ اس سیر تفریح میں ہمارا رہبر یوسف علی کوکلتاش تھا۔ اُس کا طریقہ تھا کہ وہ جس مقام پہنچتا پہلے اُسے دیکھ کر ایک سرد آہ بھر لیتا۔

اِن بیس ایام میں خانقاہ سلطان حسین مرزا کے سوا میں نے تقریباً تمام مقامات کی سیر کر لی۔ اس قلیل فرصت میں میں مندرجہ ذیل زیارت گاہوں پر گیا[۱] :۔

گازرگاہ۔ باغیچہ علی شیر بیگ۔ جہاز کاغذ۔ تخت آستانہ۔ پُل گاہ۔ کہرستان۔ باغ نظرگاہ نعمت آباد۔ خیابان گازرگاہ۔ حظیرۂ سلطان احمد مرزا۔ تخت سفر نوائی۔ تخت برگیر۔ تخت حاجی بیگ شیخ بہاؤالدین عمر۔ شیخ زین الدین۔ مزاراتِ مولانا عبدالرحمٰن جامی۔ مقابر مولانا عبدالرحمٰن جامی۔ نمازگاہ مختار۔ حوض ماہیان۔ ساقِ سلمان۔ ایک بلور منسوب بہ ابوالولید۔ امام فخر باغ خیابان۔ مدارس و مقابر مرزا۔ مدرسۂ گوہر شاد بیگم۔ مقبرۂ گوہر شاد بیگم۔ مسجد جامع گوہر شاد بیگم۔ باغ زاغان۔

---

[۱] توزک بابری صفحہ ۱۲۱۔

باغِ نو۔ باغِ زبیدہ۔ آقسرائے (جس کو سلطان ابوسعید مرزا نے دروازۂ عراق پر تعمیر کیا تھا) پورن وصفہ سرانداز ان۔ چترِ عالانک۔ میرِ واحد۔ پُلِ مالان۔ خواجہ طاق۔ باغِ سفید طرب خانہ باغِ جہان آرا۔ کوشک۔ مقوی خانہ۔ سوسنی خانہ۔ دروازہ برج۔ حوض کلاں (جو جہان آرا کے شمال میں ہے) جہان آرا کے چاروں طرف کی چار عمارتیں۔ قلعے کے پانچ دروازے۔ دروازۂ ملک۔ دروازۂ عراق۔ دروازۂ فیروزآباد۔ دروازۂ خوش۔ دروازۂ قپچاق۔ بازار ملک۔ چارسو مدرسۂ شیخ الاسلام۔ مسجد جامع ملکان۔ باغِ شہر۔ مدرسۂ بدیع الزماں مرزا (جو اُس نے نہر انجیل کے کنارے بنایا تھا) علی شیر بیگ کے رہنے کے مکانات جنھیں انسیہ کہتے ہیں۔ اُس کا مقبرہ اور جامع مسجد جس کو قدسیہ کہتے ہیں۔ اُس کا مدرسہ اور خانقاہ جنھیں خلاصہ یا اخلاصیہ کہتے ہیں۔ اُس کا حمام[1] اور شفاخانہ جنھیں صفائیہ یا شفائیہ کہتے ہیں۔ ان سب کی میں نے تھوڑی سی فرصت میں سیر کرلی"

میلسن کہتا ہے: "میں الفاظ نہیں پاتا جن سے ہرات کی شوکت گذشتہ کا حال بیان کروں، سوائے اس کے کہ ہرات کو ہرات کہوں۔"

نیدرمائر، عماراتِ ہرات کے متعلق ذیل کے الفاظ میں اظہار خیال کرتا ہے:۔

"اگر ہم ہرات کا مقابلہ قاہرہ سے کریں تو اگرچہ عمارات کی تعداد میں قاہرہ ہرات سے بڑھ جائے گا لیکن حسن و تجمل اور شان و شکوہ میں ہرات کی عمارتوں کی برابری وہ کبھی نہیں کرسکے گا"

حال میں ہرات کے گرد ایک مستحکم اور حیرت انگیز فصیل بنائی گئی ہے یہ فصیل نہایت اہمیت رکھتی ہے اُس کے چاروں طرف بہت چوڑی ایک خندق کھودی گئی ہے۔

---

[1] توزک بابری صفحہ ۱۲۱۔

گردش زمانہ کے ہاتھوں افغانستان کا یہ خوبصورت تاریخی شہر ہمیشہ آئے دن پامال ہوتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک وہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل نہ کر سکا۔ اُس کے گذشتہ تمدن کے جو آثار باقی رہ گئے تھے وہ بھی اب خراب ہوتے جا رہے ہیں۔

اب ہم ہرات کے اُن آثار قدیمہ کا ذکر کرتے ہیں جو اُس کے عہدِ ماضی کی یاد دلاتے ہیں۔

(۱) مسجد جامع :-

حدود شہر کے اندر عمارات مقدسہ میں سے ایک مسجد ہے۔ جو جامع شریف کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ایک وسیع عمارت ہے جو شہر کے شمال مشرقی حصّہ میں واقع ہے۔

مؤلف ایت، ابن حوقل[۵] سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"خراسان اور ماوراء النہر کے تمام علاقہ میں کوئی شہر ایسا نہیں جو مسجد ہرات جیسی خوبصورت اور بہترین مسجد رکھتا ہو۔ بلخ کی مسجد اس سے دوسرے نمبر پر ہے اور سیستان کی مسجد کا نمبر تو بلخ کی مسجد سے بھی بعد کا ہے"

---

[۵] ابن حوقل ابو القاسم محمد۔ عرب کا ایک فاضل جغرافیہ داں اور سیاح ہے۔ اُس کے سوانحی حالات بہت کم دستیاب ہو سکے ہیں۔ وہ اپنے متعلق خود لکھتا ہے کہ "میں رمضان ۳۳۱ھ میں بغداد کو خیرباد کہہ کر مشرقی اور مغربی دنیا کی سیاحت کے لئے نکلا" دوزی (DOZY) کا خیال ہے کہ وہ ایک عرصہ تک خفیہ طور پر فاطمیوں کی جماعت میں شامل رہا۔ اور اثنائے سفر میں الاصطخری سے بھی ملاقات کی۔ (غالباً ۳۴۰ھ میں) اور اپنی رائے کے مطابق الاصطخری کے جغرافیہ میں اصلاحات کر کے اُس کی اٹلس کو دوبارہ لکھا۔ پھر کچھ سوچ کر ارادہ کیا کہ اُس اٹلس کو اپنے نام سے بعنوان "المسالک والممالک" لکھے۔ (۳۶۷ھ)۔

یہ مسجد سلطان غیاث الدین[۵۱] ابوالفتح ابن سام غوری نے تعمیر کی تھی۔ اُس کی تعمیر کا سبب حضرت فخر علمائے اسلام فخر الدین رازی[۵۲] رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے لئے سلطان نے اس کی بنیاد ڈالی۔

مورخین میں ایک یہ روایت مشہور ہے کہ اسی موقع پر جہاں اب یہ مسجد ہے زمانہ اسلام سے قبل ایک بہت بڑی عبادت گاہ بنی ہوئی تھی جس میں مختلف المذاہب لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق پرستش کیا کرتے تھے۔

[۵۱] غیاث الدین بن سام برادر زادہ علاؤ الدین جہانسوز (متوفی ۵۵۶ھ) نے غالباً ۵۶۹ھ (۱۱۷۳ء) میں غزنہ کو جنگ آوروں کے جنگل سے محفوظ کیا اور اس کے دس سال بعد ہرات کو بھی تسخیر کر لیا اور اپنی وفات کے سال ۵۹۹ھ (۱۲۰۲ء) تک اپنے آبا و اجداد کی وسیع مملکت پر حکومت کرتا رہا۔ اس کا باپ بہاؤ الدین سام پسر عزالدین حسین غوری تھا جس نے ۴۹۳ھ میں فیروز کوہ کی حکومت حاصل کی تھی۔

[۵۲] رازی۔ ابوعبداللہ محمد بن عمر و رازی۔ ملقب بہ ابن الخطیب نسباً تیمی بکری قریشی تھے۔ ان کے والد ضیاء الدین خطیب علم و ادب اور فنِ تقریر میں مشہورِ زمانہ تھے۔

ابن خطیب ۵۴۴ھ (۱۱۴۹ء) علاقہ رے میں پیدا ہوئے۔ اسی لئے "رازی" کی نسبت سے مشہور ہیں ابتدائی تعلیم اپنے باپ سے حاصل کرنے کے بعد علوم حکمت و فلسفہ اور علم توحید مجدالدین جیلی سے مراغہ میں جاکر پڑھے اور تھوڑی ہی مدت میں مروجہ علوم و فنون خصوصاً فلسفہ و حکمت میں یگانہ روزگار ہو گئے۔ خوارزم۔ ہرات۔ بامیان اور غزنہ جاکر سلاطین غوری و خوارزمی کے درباروں میں عزت و قدردانی کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور شیخ الاسلام کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ سلطان غیاث الدین غوری نے ہرات کی جامع مسجد "شافعیہ" صرف اسی غرض کے لئے تعمیر کی کہ شیخ الاسلام موصوف جمعہ کے دن اس میں وعظ فرمایا کریں۔ شیخ الاسلام نے ۸۰ کے قریب تصنیفات کیں یہ سب کی سب علم توحید۔ فلسفہ۔ طب وغیرہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں ہیں جو ہمیشہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی لیکن موصوف کے جواہر پاروں کا بیشتر حصہ یورپ میں ہے اور تھوڑا حصہ مطبوعہ صورت میں ہر جگہ دستیاب ہوتا ہے۔

موصوف نے عید الفطر کے دن ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔ ان کی قبر خیابان ہرات میں ہے۔ وفات کے وقت یہ رباعی موصوف کی زبان مبارک پر تھی:

هرگز دلِ من ز علم محروم نہ شد — کم ماند ز اسرار کہ مفهوم نہ شد
ہفتاد و دو سال درس گفتم شب و روز — معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

بعض مورخ اس مسجد کا بانی سلطان حسین بائیقرا کو پندرھویں صدی مسیحی کے آواخر میں قرار دیتے ہیں[۵۱]۔

مورخ بارتولد کہتا ہے :-

"شہر میں صرف ایک ہی عمارت نہایت نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ یہ عمارت مسجد جامع کی ہے۔ جس کو سنہ ۱۲۰۱ء میں سلطان غیاث الدین غوری نے تعمیر کیا تھا اور پھر اُس کی اصلاح و مرمت سلاطین کرت[۵۲] کے زمانہ میں ہوئی"

مصنف نیدرمایر کا بیان ہے کہ :-

"سلطان غیاث الدین غوری نے فتح ہرات سنہ ۵۸۱ھ (۱۱۷۵-۱۱۷۶ء) کے بعد اُس کو تعمیر کیا"

امیر ترنکلر کہتا ہے :-

"تعمیرات مسجد کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سنہ ۱۱۹۲ء (۵۵۸ھ) میں غیاث الدین نے انھیں شروع کیا اور سنہ ۱۲۱۲ء میں اُس کے بیٹے محمود نے انجام کو پہنچایا"

بہر حال مسجد کے ایک حصہ کو چنگیز خاں نے برباد کر دیا تھا۔ اُس کی اصلاح دوبارہ سلطان حسین مرزا نے کی[۵۳]۔

یہ شاہی مسجد چار عظیم الشان ایوانوں۔ چھ دروازوں۔ چار سو ستر (۴۷۰) گنبدوں۔ ۸۰ ارواقوں، ۸۰۴ ستونوں اور ایک مدرسہ پر مشتمل ہے۔

---

۵۱ انسائیکلوپیڈیا بریٹیکا جلد ۱۱ صفحہ ۴۷۲ -

۵۲ جغرافیائے ایران صفحہ ۱۰۹

۵۳ عبور از قلب افغانستان - مؤلفہ امیل ترنکلر جرمنی - ترجمہ فیدرستون انگریز صفحہ ۵۲ -

جب اس مسجد شریف کی تعمیر مکمل ہوئی تھی اُس وقت وہ کیا کچھ عظمت و شوکت کی حامل ہوگی! کیسی کیسی عجیب نقاشی اور خوبصورت چونہ قلعی اُس پر کی گئی ہوگی! اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ زمانہ دراز کے بعد آج بھی اُس کے مقدس کتبے۔ آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی کی تحریرات وغیرہ اپنے زائرین کو محو حیرت کر رہی ہیں!

مسجد جامع کا صحن مستطیل ہے جس کے چاروں طرف عمارت بنی ہوئی ہے۔ ہر چار اطراف کی عمارات کے وسط میں ایک ایک عظیم الشان ایوان بنایا گیا ہے۔ ہر ایوان اپنی عظمت و بلندی سے مسجد کی شان و شوکت کو چار چاند لگا رہا ہے۔ مسجد کا صحن ۴۹۲۰ میٹر مربع ہے جس کے وسط میں ایک پختہ اور بہت بڑا حوض بنا ہوا ہے۔ ایک گوشہ میں کنواں بھی کھدا ہوا ہے۔ اس کنویں کا پانی نہایت شیریں اور خوش ذائقہ ہے۔ آس پاس کے لوگ اس سے بہت فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

مسجد میں ایک چلّہ خانہ بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ خواجہ عبید اللہ احرار اور دیگر مشائخ نے اُس میں عبادت و ریاضت کی ہے۔

ایوانوں کی اندرونی جانب اور رواقوں پر شاہانِ سابق کے وہ فرامین جو عفو و ترحم سے متعلق تھے مرمری پتھروں پر کندہ ہیں۔ جو تحریرات اب نظر آتی ہیں وہ زمانۂ قریب کی یادگار ہیں۔

(باقی)